ہندوستانی تاریخ سے داستانیں
CHILDREN'S BOOK TRUST
NEW DELHI

ہندوستانی تاریخ سے داستانیں

دوبارہ بیان کردہ : اے. کے. گھوش

مترجم : محمد علیم

ایک جمہوریہ کی کہانی

دو ہزار سال قبل شمالی ہندوستان میں ویشالی نام کی ایک جمہوریہ تھی۔ عوام کے ذریعے چُنی ہوئی حکومت کی اس سے قبل کوئی مثال نہیں ملتی۔

ویشالی گنگا کے کنارے آباد تھا جو آج کے مظفر پور ضلع کا ایک حصّہ ہے۔ وہاں کے لوگ لچھویز (Licvhvhhavis) کہلاتے تھے۔ ان کا کوئی راجہ نہیں تھا۔ حکومت کا سربراہ جسے نائک کہا جاتا تھا، عوام کے ذریعے چُنا جاتا تھا۔ نائک کی مدد عوام کے ذریعے چُنے ہوئے لوگوں کی ایک جماعت کرتی تھی۔

ویشالی ایک بڑا خوش حال ملک تھا۔ زمین بہت زرخیز تھی اور مختلف قسم کی فصلیں وہاں ہوتی تھیں۔ طرح طرح کے پھل دار درخت تھے۔ بہت سی ندیاں اور چشمے تھے جن سے لوگوں کو صاف اور ٹھنڈا پانی ملتا تھا۔ لوگ خوش تھے کیوں کہ انھیں وہاں ضرورت کی ساری چیزیں دستیاب تھیں۔

ملک کی راجدھانی شہر ویشالی تھا۔ یہ کہا جاتا
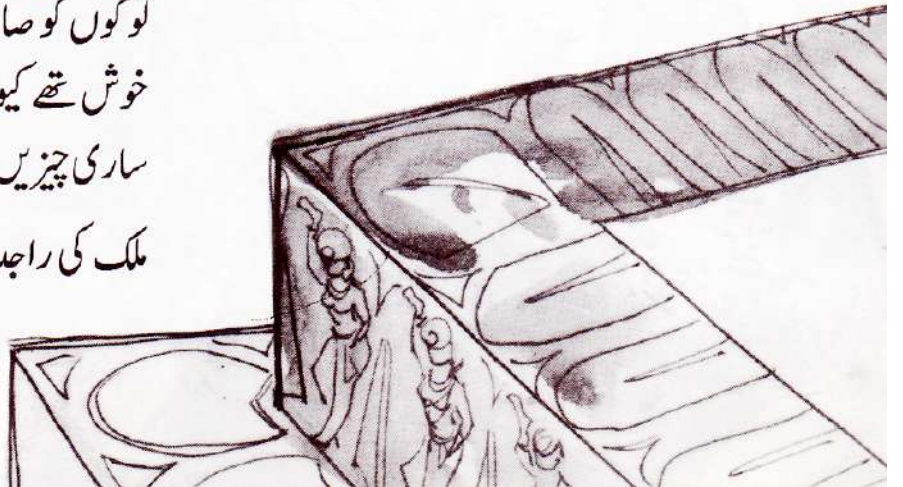
ہے کہ اس شہر کو شہزادہ ویشال نے بسایا تھا جو عظیم بادشاہ اکشاوکو (Ikshvaku) کا بیٹا تھا۔

ویشالی ایک بڑا اور خوب صورت شہر تھا جس کا گھیر الگ بھگ بیس میل تھا۔ یہ چاروں طرف سے اونچی اور مضبوط دیواروں سے گھرا ہوا تھا۔ ان دیواروں میں صرف تین دروازے تھے اور ان پر زبردست پہرہ ہوتا تھا۔ ان کے اندر بڑے بڑے محلات نما گھر تھے جن کے گنبد سونے کے بنے ہوئے تھے۔ دوسرے گھروں کے مینار چاندی کے تھے۔ کُل ملا کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ لکھچوی (Lichchhavi) جمہوریہ بہت مال دار اور خوش حال تھی۔

وہاں کے لوگ بڑے نیک اور اچھے تھے۔ ان میں محبت اور دوستی تھی۔ اتحاد ان کی طاقت تھا۔ ان کا اپنا قانون تھا جس پر عمل کرنا سبھوں کے لیے ضروری تھا۔ بہادر اور متحد تھے کہ کسی دوسرے ملک کی کبھی ہمّت نہیں ہوتی تھی کہ ان پر حملہ کرے۔

اس کے پڑوسی ملکوں کو ان کی خوش حالی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ وہ بہت حسد کا جذبہ رکھتے تھے اور اس گھات میں رہتے تھے کہ کب
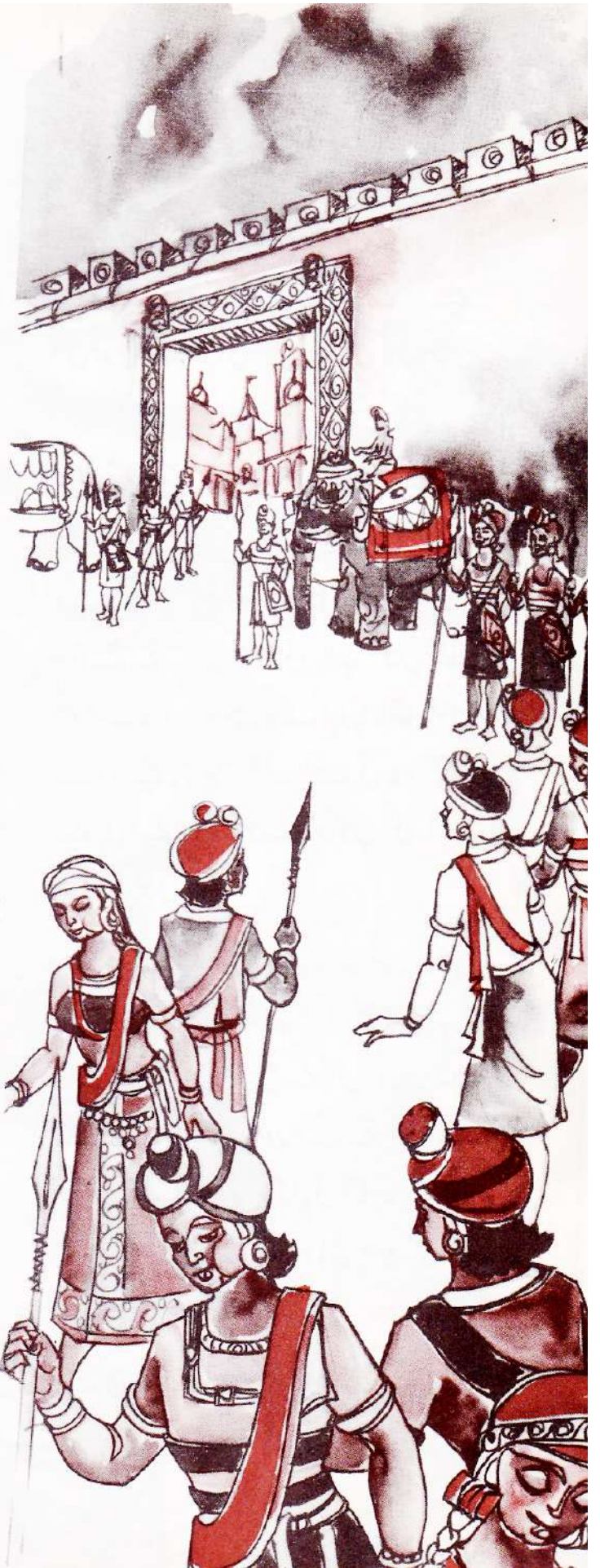
انھیں موقع ملے اور وہ اس ملک پر چڑھائی کر دیں۔ اور وہاں کے لوگوں کو اپنا غلام بنالیں۔ لیکن ویشالی کے لوگ ہمیشہ مستعد اور تیار رہتے تھے تاکہ کسی بھی ممکنہ خطرے سے بروقت نبٹا جاسکے۔ شہر کے مختلف حصّوں میں جنگ کی خبر دینے کے لیے بڑے بڑے ڈھول رکھے گئے تھے اور وقت وقت سے اسے بجاکر لوگوں کو چوکس رہنے کے لیے آگاہ کیا جاتا تھا۔ آواز سنتے ہی لوگ فوراً جمع ہو جاتے تھے اور جنگ کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔ یہ مشق لوگوں کی چستی اور پھرتی کو دیکھنے کے لیے ہمیشہ کی جاتی تھی۔

گنگا کی دوسری طرف ایک دوسرا ملک مگدھ تھا۔ چوتھی صدی قبل مسیح میں وہاں کا راجہ اَجاتاشترو (Ajatashatru) تھا۔ اس نے ایک عظیم شہر پاٹلی پتر (Pataliputra) کی بنیاد رکھی تھی جسے آج کا پٹنہ کہا جاتا ہے۔ وہ ایک بہت طاقتور راجہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اسے گدّی پر بیٹھنے کی جلدی اتنی تھی کہ اس نے اپنے باپ بمبسارا (Bimbisara) کا قتل کرکے اس منصب کو حاصل کرلیا۔

اَجاتاشترو کو یہ پسند نہیں تھا کہ ویشالی ایک آزاد رہے۔ وہ اسے اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس پر حملہ کرے اور اسے زیر کر کے اپنی سلطنت میں ملا لے۔ لیکن ویشالی کے لوگ اتنے بہادر، مستعد اور متحد تھے کہ اس کی ہمّت نہیں ہوتی تھی کہ وہ کچھ کرے۔

اَجاتاشترو کا ایک بہت ہی چالاک اور عیار وزیر تھا۔ اس کا نام واسیاکر (Vasyakar) تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ہمارے راجہ کی خواہش کیا ہے۔ اسی لیے ایک دن اس نے راجہ سے کہا، "عالی پناہ! میں جانتا ہوں کہ ویشالی کے بارے میں آپ کیا سوچتے ہیں۔ اگر آپ مجھ پر یقین کریں تو میں یہ ملک حاصل کر کے دکھادوں گا"۔

"کیسے؟" راجہ نے پوچھا۔ "تم اسے کیسے حاصل کر سکتے ہو؟"

"یہ میرا ایک منصوبہ ہے"۔ وزیر نے جواب دیا۔

"آپ یہ ظاہر کریں کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ میں نے آپ کو ناخوش کیا ہے۔ آپ لوگوں کے سامنے میری بے

عزّتی کریں اور مجھے اپنے ملک سے نکال دیں۔ پھر باقی مجھ پر چھوڑ دیجیے۔ میں آپ کو اشارہ کروں گا کہ لکچھوی پر پھر کب حملہ کیا جائے۔ اس طرح ویشالی پر آپ کا قبضہ ہو جائے گا۔"

راجہ واسیاکر کے منصوبہ سے بہت خوش ہوا اور اسے ہر ممکن مدد کا یقین دلایا۔ اس لیے اس کی خواہش کے مطابق اسے ملک سے نکل جانے کا حکم سُنا دیا گیا۔ واسیاکر کا سر منڈوا دیا گیا۔ اس کے چہرے پر سیاہی پوت دی گئی اور اسے ایک گدھے پر بٹھا کر پاٹلی پتر سے باہر بھیج دیا گیا۔

واسیاکر نے گنگا ندی پار کی اور ویشالی پہنچ گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے ویشالی کے لوگوں سے کہا کہ مگدھ کے راجہ نے اسے ناراضگی کے سبب ملک سے نکال دیا ہے۔ اس لیے اب میں ویشالی میں پناہ ڈھونڈنے آیا ہوں۔

لکچھوی لوگ بہت رحم دل اور نیک طبیعت لوگ تھے۔ انھیں واسیاکر کے کہے پر یقین آ گیا۔

انھوں نے اسے اپنے یہاں پناہ دی، ساتھ ہی ساتھ اسے ایک اہم منصب پر فائز کر دیا۔ واسیاکر

بہت عقل مند تھااور اس نے بھی جی توڑ محنت کی۔ بہت جلد وہ کامیابی کی منزلیں طے کرتا ہوا ویشالی چیف جسٹس بن گیا۔

واسپاکر کی شہرت اب ہر طرف پھیل گئی تھی۔ عوام میں بھی اس کی مقبولیت میں بے حد اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ جہاں چاہے جا سکتا تھا۔ اس کا اخلاق بھی بلند تھا اس لیے وہاں کے لوگوں نے اسے بہت جلد پسند کر لیا اور اس پر پوری طرح بھروسہ کرنے لگے۔

یہ بات اس کے لیے بہت خوش آئند تھی کہ لوگوں کا اعتماد اسے اب پوری طرح کامل تھا۔ اس نے اپنے منصوبے پر کامیابی حاصل کر لی تھی اور اس طرح یہ اس کی پہلی فتح تھی۔

اب اس نے اپنے منصوبے کے دوسرے حصّے پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ اس نے لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے نفرت ڈال دی تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں۔ اس طرح اس نے بڑی چالاکی سے ویشالی کے سیدھے سادے لوگوں میں بے اعتمادی اور پھوٹ کا زہر گھول دیا۔ اب وہ متحد نہیں رہے۔ کئی گروہوں بن گئے ان میں جھگڑا بڑھا۔ اور کچھ ہی مہینوں میں ویشالی کے اتحاد کی طاقت ٹوٹ پھوٹ گئی۔

واسپاکر بہت خوش تھا۔ آخر کیوں نہ ہو۔ اسے لگ رہا تھا کہ اپنی منزل کو پانے کے وہ بہت قریب ہے۔ اب وہ چاہتا تھا کہ لوگوں کا امتحان لے کر دیکھے کہ کیا واقعی وہ ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں یا محبت ابھی بھی ان کے دلوں میں باقی ہے۔

ایک دن اس نے جنگ کے لیے اعلان کرنے والے ڈھول بجانے کا حکم دیا۔ بہت کم ہی لوگوں نے اس کی طرف دھیان دیا۔ واسپاکر بہت خوش تھا۔ وہ جان گیا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے جب کچھ حتمی طور پر کیا جائے۔

اس نے ایک جاسوس کو اَجاتاشترو کے پاس روانہ کیا تاکہ وہ ویشالی پر حملہ کرے۔

اَجاتاشترو کو اسی دن کا بے صبری سے انتظار تھا۔ اس نے ایک بڑی فوج تیار کی اور رات کے اندھیرے میں گنگا کو پار کر کے ویشالی پہنچ گیا۔

واسیا کرنے ویشالی شہر کے ایک دروازہ کو ان کے اندر آنے کے لیے کھول دیا تھا۔ اس طرح اَجاتاشترو کی فوج شہر میں داخل ہو گئی۔

راجہ اَجاتاشترو پھر ایک بڑے رتھ پر سوار ہو کر ویشالی پہنچا۔ اس رتھ کو آٹھ سفید گھوڑے

کھینچ رہے تھے۔ اَجاتاشترو کے سپاہیوں نے اس کا پرزور خیر مقدم کیا کیوں کہ وہ شہر کے ہر حصّے پر وہ پوری طرح قابض ہو چکے تھے۔

اَجاتاشترو نے اس طرح ویشالی کی جمہوریہ کو اپنے قبضے میں کر کے اپنے ملک مگدھ کے ساتھ ملالیا۔ اس نے وہاں لوگوں پر ٹیکس لگائے اور اپنے قوانین نافذ کیے۔ اس نے لچھوی عوام کو اپنا غلام بنالیا۔

ایک شہزادے کا بدلہ

ہندوستان میں گوتم بدھ کے زمانے میں کوسالہ نام کی ایک بہت مشہور حکومت تھی اس کی راجدھانی سراواستی تھی۔ یہ ایک بہت بڑا شہر تھا جو راپتی ندی کے کنارے بسا ہوا تھا۔ پرسینا جیت کوسالہ کا راجہ تھا۔ وہ گوتم بدھ کا بہت بڑا بھگت تھا۔ اس نے کئی بودھ آشرم تعمیر کروائے تھے۔ گوتم بدھ خود ان کے پاس آتے جاتے تھے۔ کئی اہم مذہبی کتابیں وہاں پر تخلیق کی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ راجہ پرسینا جیت اپنے محل میں روزانہ پانچ سو بھکشوؤں کو کھانا کھلاتا تھا۔

ایک دن راجہ پرسینا جیت کو یہ معلوم ہوا کہ کسی بھی بھکشو نے محل میں کھانا نہیں کھایا بلکہ محل میں کھانا کھانے کے بجائے وہ سب کھانا اپنے گھر اور دوستوں کے پاس لے گئے اور وہیں کھایا۔ راجہ کو بہت تعجب ہوا اس نے وجہ دریافت کی کہ آخر یہ سب کیوں ہوا۔

راجہ کو بتایا گیا کہ وہ سارے بھکشو ساکیہ قبیلے کے تھے جس قبیلے سے خود گوتم بدھ کا تعلق تھا ۔وہ لوگ کوسالہ کے راج گھر سے اپنے کو زیادہ اہم سمجھتے تھے۔

اور وہ لوگ ہمیشہ اپنے ہی لوگوں کے ساتھ کھانا پسند کرتے تھے۔

اس بات نے راجہ پرسینا جیت کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔

"اگر میں ساکیوں کی کسی بیٹی سے شادی کر لوں اور اسے اپنی بڑی رانی بنالوں تو اچھا رہے گا"۔ اس نے سوچا۔ "اور اس رشتے کی وجہ سے بھکشو اسے اپنے برابر سماجی حیثیت دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔

اس لیے راجہ پر سینا جیت کسی ساکیہ شہزادی سے شادی کرنے کے بارے میں سوچنے لگا لیکن وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اسے وہ عملی جامہ کیسے پہنایا جائے۔ ایک دن وہ شکار کے لیے نکلا۔ ایک جانور کا پیچھا کرتے ہوئے وہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا۔

جب ساکیہ کے لوگوں کو پر سینا جیت کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ لوگ بڑی عزّت سے راجہ کا استقبال کرنے آگے آئے۔
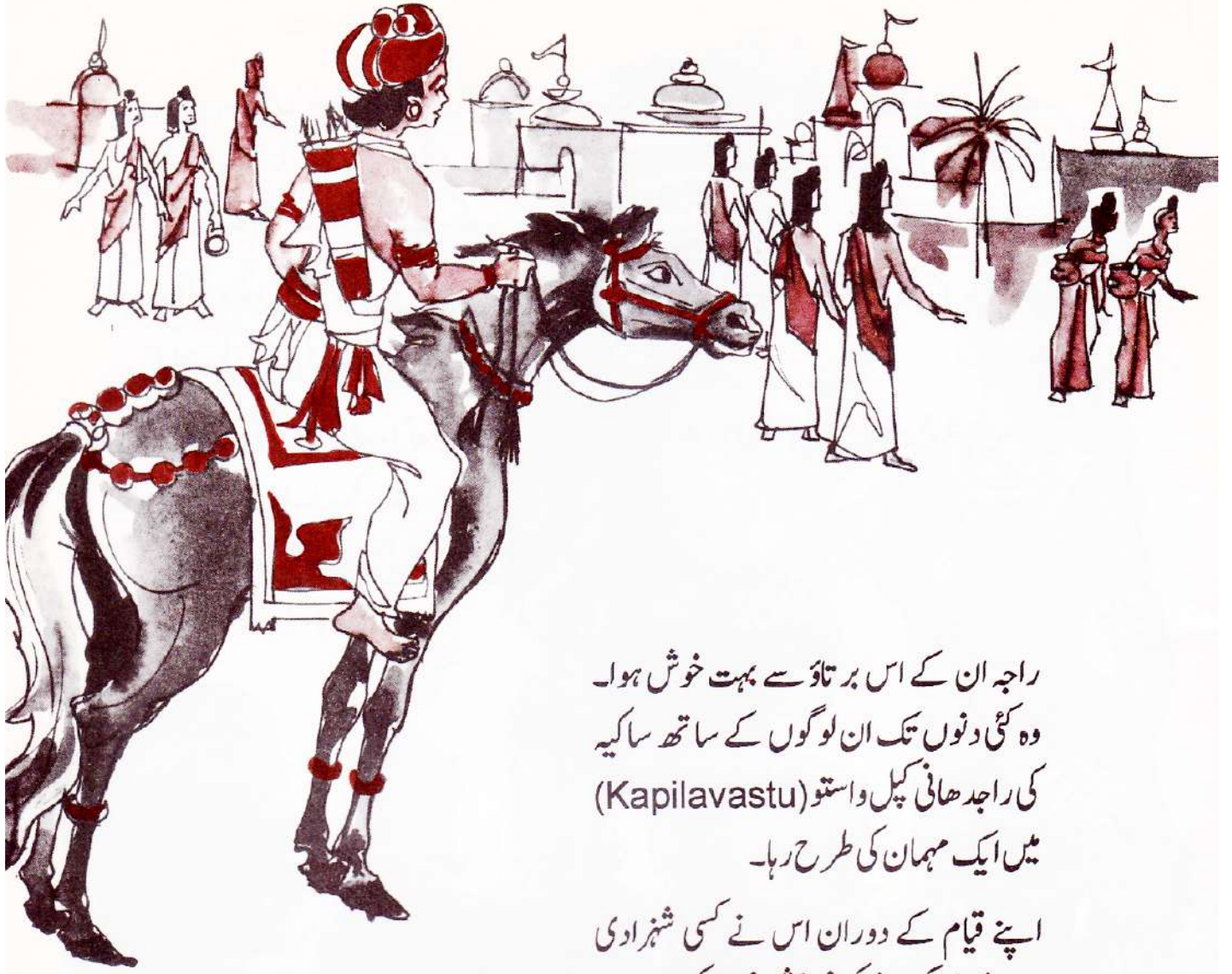
راجہ ان کے اس برتاؤ سے بہت خوش ہوا۔
وہ کئی دنوں تک ان لوگوں کے ساتھ ساکیہ
کی راجدھانی کپل واستو (Kapilavastu)
میں ایک مہمان کی طرح رہا۔

اپنے قیام کے دوران اس نے کسی شہزادی
سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

ساکیہ والوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ انھیں یہ یقین نہیں تھا کہ راجہ پرسینا جیت ایسی پیشکش کرے گا۔ وہ لوگ خود بھی نہیں چاہتے تھے کہ ساکیہ راجیہ گھرانے سے کسی لڑکی کی اس سے شادی ہو۔ لیکن ساکیہ، کوسالہ راجیہ کے ماتحت تھا۔ اسی لیے وہ انھیں منع بھی نہیں کر سکتے تھے۔

اس لیے ساکیہ والوں نے اس بات پر غور کرنے کے لیے مل کر بیٹھے۔

مہانامہ جو ساکیہ قبیلہ کا سردار تھا، اس نے راجہ سے اس موضوع پر بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس نے کہا وہ راجہ سے اس طرح بات کرے گا کہ وہ خوش ہو جائے گا۔

"میرے پاس ایک بیٹی ہے اس کا نام واساوی ہے" اس نے کہا۔ "اس کی ماں ایک داسی ہے۔ لڑکی اب سولہ سال کی ہو گئی ہے اور بہت خوب صورت ہے۔ ہم لوگ اس کی کوسالہ کے راجہ کے ساتھ شادی کریں گے۔

ساکیہ والوں نے داسی کی بیٹی کی شادی راجہ پرسینا جیت سے یہ کہہ کر کر دی کہ یہ ساکیہ راجیہ کی شہزادی ہے۔

راجہ اپنی نئی رانی کے ساتھ اپنی سلطنت میں لوٹ آیا اور اس راجیہ میں بہت خوشیاں منائی گئیں۔

شام میں راجہ پرسینا جیت نے دیکھا کہ اس کی جوان دلہن رو رہی ہے۔

"تمھاری ناخوشی کی وجہ کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ساکیہ والوں نے آپ کو دھوکہ دیا" اس نے کہا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اپنی کسی بیٹی سے آپ کی شادی کریں۔ اس لیے ان لوگوں نے مجھے ایک ساکیہ شہزادی کہہ کر آپ کے ساتھ میری شادی کر دی۔ میں ساکیہ کے سردار مہانامہ کی بیٹی ضرور ہوں لیکن اس کی

رانی سے نہیں بلکہ ایک داسی سے"۔

راجہ پر سینا جیت کو یہ سُن کر بہت دُکھ ہوا۔ اس کی خواہش ہوئی کہ وہ اس بے عزّتی کا بدلہ لے۔ لیکن دوسرے ہی پل اس نے ان لوگوں کو معاف کر دیا۔ اس نے اپنی بیوی کو گلے لگایا اور ڈھارس بندھائی لیکن واساوی ان باتوں کو نہیں بھول سکی۔

وہ ساکیہ والوں سے نفرت کرنے لگی کیوں کہ ان لوگوں نے ایک نیک آدمی کو دھوکہ دیا۔ راجہ پر سینا جیت جتنا اس سے محبت کرتا وہ اتنا ہی ساکیہ والوں سے نفرت کرتی تھی۔

وقت گزرتا رہا واساوی کے گھر ایک بیٹا پیدا ہوا وہ بڑھ کر ایک خوب صورت نوجوان بن گیا۔ اس کا نام بیرودھک تھا۔ وہ اکثر اپنی ماں سے اپنی نانی اور دادی کے بارے میں پوچھا کرتا تھا۔ وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ کیوں اسے ملنے نہیں دیا گیا۔

اس کی ماں نے بتایا کہ اس کا نانا ایک ساکیہ راجہ تھا اور یہاں سے بہت دور رہتا تھا۔ بیر ودھک ہمیشہ اپنی ماں سے اپنی نانا، نانی کے پاس جانے کے لیے اجازت طلب کرتا تھا۔ آخرکار واساوی نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔ وہ اسے کب تک منع کر سکتی تھی۔ اس نے اپنے باپ کے پاس یہ خبر بھیج دی کہ اس کا بیٹا آپ سے ملنے آرہا ہے۔

جب ساکیہ والوں نے یہ سُنا کہ کوسالہ کے راجہ کا بیٹا ہم لوگوں سے ملنے آرہا ہے تو وہ لوگ خوش نہیں ہوئے۔ ایک داسی کے بیٹے کا سواگت اور عزّت افزائی کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ پھر بھی اس کے رتبہ کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کرنا ضروری تھا۔

جب شہزادہ ساکیہ کے محل میں پہنچا تو اس کا روایتی طریقے سے خیر مقدم کیا گیا۔ لیکن لوگوں میں وہ جوش نہیں تھا جس کی اسے امیّد تھی۔ بیر ودھک نے بھی محسوس کیا کہ اسے اپنے نانا اور لوگوں سے وہ پیار نہیں مل رہا ہے جس کی وہ تمنّا کرتا تھا۔ وہ نہیں سمجھ سکا کہ آخر اس کے پیچھے کیا راز ہے۔

بیر ودھک کچھ دنوں تک اپنے نانا کے پاس رہا اور واپسی کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ اس کے ایک سپاہی نے آگے چل کر بتایا کہ وہ اپنا بھالا وہیں بھول آیا ہے۔ جب وہ سپاہی محل میں اپنا بھالا لینے واپس لوٹا تو اسے یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ ایک داسی اس جگہ کو صاف کرنے میں لگی ہوئی ہے جہاں برودھک بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اس کی وجہ پوچھی۔

"یہاں پر ایک داسی کا بیٹا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی ماں واساوی ایک داسی عورت تھی اس لیے اس جگہ کو دھونا بہت ضروری تھا"۔ داسی نے جواب دیا۔

سپاہی واپس چلا گیا اور جاکر شہزادے سے ساری بات بتائی۔ برودھک بہت غصّہ ہوا جیسے ہی وہ اپنی ماں کے پاس پہنچا، ساکیہ داسی نے جو کچھ کہا تھا اس کا مطلب پوچھا۔

"ہاں یہ سچ ہے۔ میں ایک داسی کی بیٹی ہوں لیکن میرا باپ مہانامہ ساکیہ سردار ہے اور

ساکیہ والوں نے تمھارے باپ کو یہ کہہ کر دھوکہ دیا کہ میں ایک ساکیہ شہزادی ہوں اور اس نے میرے ساتھ شادی کر دی۔

"میں ساکیہ کو اس بے عزّتی کے لیے اچھا سبق سکھاؤں گا"۔ برودھک چلّایا۔

وقت گزرا برودھک اپنے باپ کے مرنے کے بعد کوسالہ کا راجہ بنا۔ وہ اپنی قسم نہیں بھولا۔ وہ ایک بڑی فوج لے کر ساکیہ کو تباہ کرنے چلا۔

برودھک ساکیہ سے اس جواں مردی کے ساتھ لڑا کہ ان سب کو قتل کر دے گا اور کپل واستو کا نام و نشان مٹادوں گا۔

لیکن برودھک سراوستی کبھی لوٹ نہیں سکا۔ اَجاتاشترو جو مگدھ کا راجہ تھا۔ اس نے کوسالہ پر حملہ کیا۔ کوسالہ کی ہار ہوئی اور اس نے طاقتور مگدھ راجیہ کے ساتھ ملالیا۔

خوب صورت سراوستی شہر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تباہ ہوگیا۔

یشودھرمن

ہندوستان کے لیے وہ بہت بھیانک دن تھے۔ سنٹرل ایشیا سے ہنس بار بار ایک لہر کی طرح ہندوستان پر چڑھائی کر رہے تھے۔ وہ تمام رکاوٹوں کے باوجود آگے بڑھتے رہے۔

جہاں کہیں وہ جاتے وہ آدمیوں کو قتل کرتے اور تباہی پھیلاتے۔ یہاں تک کہ مشہور زمانہ گپتا حکومت کی جڑ اکھاڑ دی اور اسے تہس نہس کر دیا۔

تورامانا، جو ہنس سردار تھا۔ اس نے مالوا میں اپنی سلطنت قائم کر لی اور مالوا کا راجہ مانسوا نے

جاکر ایک چھوٹی سی حکومت قائم کرلی۔ تورامانا کے بعد اس کا بیٹا میہیر اگلا (Mihiragula) اس کا راجہ بنا۔ وہ اپنے باپ سے بھی زیادہ بدمعاش، چالاک شخص تھا۔

مالوا کے راجہ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام یشودھرمن تھا۔ وہ بڑی خوبیوں والا نوجوان تھا۔ وہ بڑا حوصلہ مند تھا۔ وہ اپنی کھوئی ہوئی سلطنت کو واپس لینا چاہتا تھا۔

وہ یہ خواب دیکھا کرتا تھا کہ وہ ایک سلطنت قائم کرے گا جہاں اس کے عوام خوشی اور امن وچین کے ساتھ رہ سکیں گے۔

یشودھرمن اس وقت سولہ سال کا تھا۔ وہ اس بات کے لیے بے چین تھا کہ کب اسے اپنے ملک کو دیکھنے کا موقع ملے اور اپنے لوگوں سے مل سکے ۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ خود وہاں سفر کر سکے اور لوگوں کے بارے میں جان سکے۔ وہ یہ بھی جاننا چاہتا تھا کہ راجہ کے بارے میں ان کی رائے کیا ہے اور ان پر وہ کتنا اعتماد کر سکتا ہے۔

یشودھرمن اپنے والد سے اجازت لے کر اپنے دوستوں کے ساتھ ایک لمبے سفر پر روانہ ہو گیا۔ ان سب لوگوں کے پاس اچھے
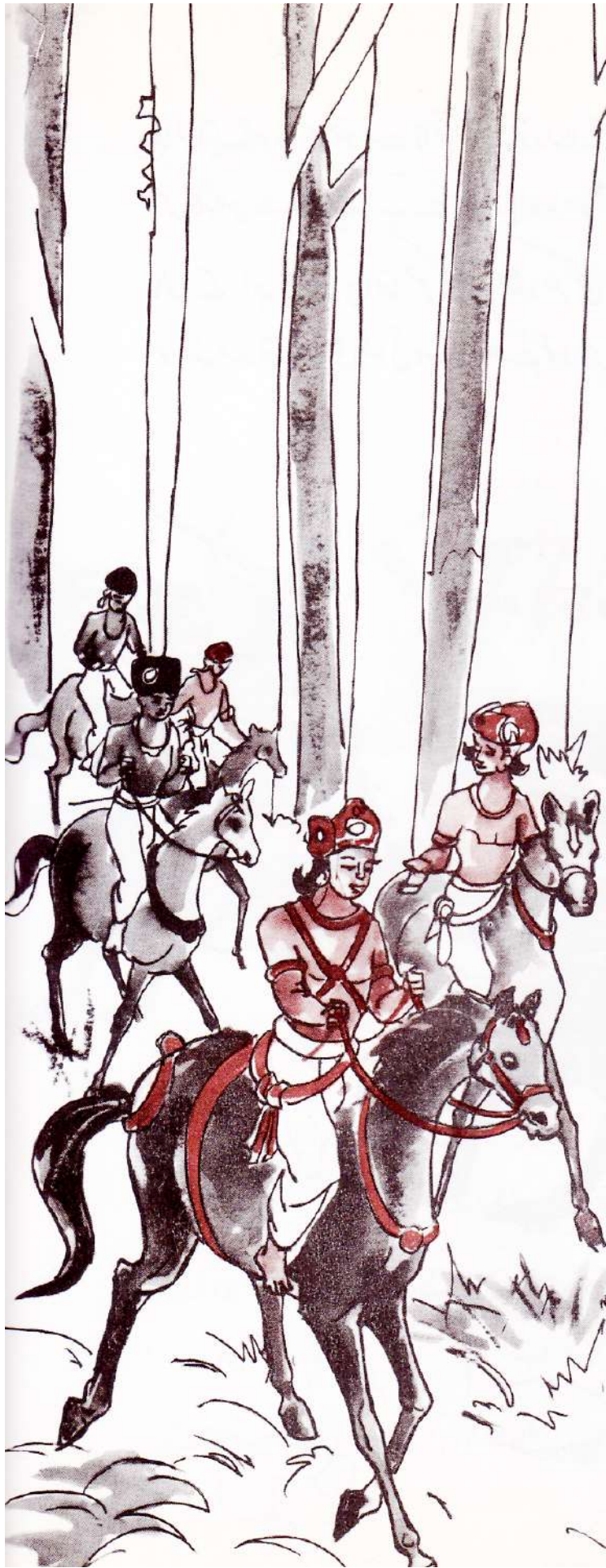
اور تندرست گھوڑے تھے وہ کئی گاؤں اور شہروں سے ہو کر گزرے ۔ وہ کئی گھنے جنگلوں پہاڑوں اور خطرناک ندیوں کو پار کرتے آگے بڑھے ۔ وہ ایک نا معلوم مسافر کی طرح کئی غریب لوگوں کے ساتھ ٹھہرے ۔ کئی بار انھیں ڈاکوؤں کا سامنا کرنا پڑا اور چھوٹی لڑائی لڑنی پڑی۔ ایک دن جب وہ لوگ گھنے جنگلوں سے گزر رہے تھے تب شہزادے کو ایک جنگلی بھالو دکھائی دیا وہ اس کا پیچھا کرنے لگے۔ جنگلی بھالو اتنا تیز دوڑا کہ شہزادہ اپنے دوستوں سے بچھڑ گیا۔ یہ ایک گرم دن تھا۔ شہزادے کو بہت بھوک اور پیاس لگ رہی تھی۔ وہ بے حد تھک بھی گیا تھا۔ لیکن اسے کہیں کوئی چیز دکھائی نہیں دی، اس لیے وہ چلتا رہا۔

آخر کار اسے ایک ندی دکھائی دی، اونچے پہاڑ سے اس کا پانی بہت تیز رفتار سے بہہ رہا تھا۔ پانی دیکھ کر شہزادے کی پیاس اتنی بڑھی کہ وہ خوشی سے ندی کی طرف دوڑ پڑا۔ لیکن پانی کا بہاؤ اتنا تیز تھا کہ شہزادہ اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکا اور وہ بہہ گیا۔

اس نے اپنے کو بچانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ ناکام رہا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ ڈوب نہ جائے۔

ایک پتھر پر کھڑی ایک لڑکی اپنا گھڑا ابھر رہی تھی اس نے شہزادے کو پانی میں ڈوبتے ہوئے دیکھا اس نے یشودھرمن کا کپڑا پکڑ لیا اور اپنی پوری طاقت سے کنارے پر کھینچنے لگی۔ شہزادہ اس وقت بے ہوش تھا لیکن لڑکی کی کوششوں سے بہت جلد ہوش میں آ گیا۔
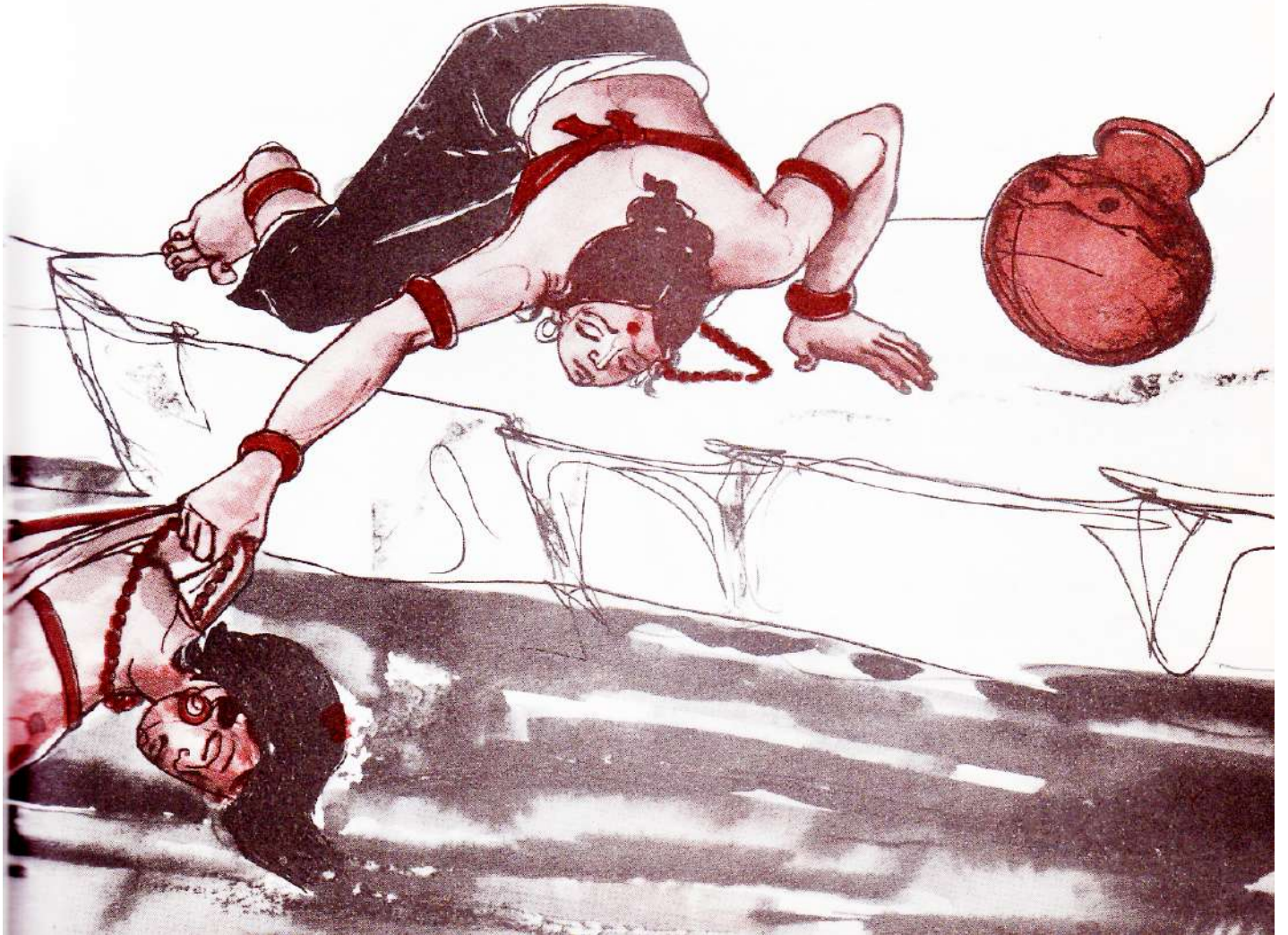
شہزادے نے اپنی آنکھیں کھولیں اور اس لڑکی کی طرف دیکھا جس نے اس کی جان بچائی تھی۔

"تم کون ہو؟ اور تمھارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام ملکہ ہے" اس نے کہا۔ میں یہیں اپنے والد کے ساتھ رہتی ہوں جو ایک سادھو ہے۔

یشودھرمن نے اس کا بہت احسان مانا "اس نے کہا۔ تم نے میری زندگی بچائی۔ روپے سے اس چیز کا بدلہ نہیں اتارا جاسکتا۔ یہاں تک کہ ایک سلطنت بھی دے دوں تب بھی ناکافی ہے۔ میں ایک شہزادہ ہوں، کیا تم میرے ساتھ شادی کروگی۔

بلا شرمائے، خوب صورت لڑکی نے کہا۔ "تم ایک چھتریہ ہو اور میں ایک برہمن لڑکی ہوں۔ تمھارا کام جنگ لڑنا ہے۔ میرا باپ ایک جاں نثار برہمن ہے میں تم سے شادی نہیں

کر سکتی مجھے معاف کر دو۔ یہ میرے لیے بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ میں نے تمھاری مدد کی۔ مجھے صرف اپنی بہن سمجھو اور میں نے بہن کے ناطے اپنا فرض پورا کیا۔ میں نے جو کچھ بھی کیا ہے اس کے بدلے کچھ نہیں چاہیے۔"

یشودھرمن اس جواب سے بہت خوش ہوا۔

"ٹھیک ہے تم میری بہن ہو" اس نے کہا۔ "لیکن ایک چیز کا وعدہ کرو۔ اگر تم کسی مصیبت میں ہو گی تو مجھے ضرور یاد کرو گی۔ اگر میں ایسے موقع پر کچھ کر سکا تو میں اپنے کو بہت خوش نصیب سمجھوں گا۔

شہزادے نے پھر اپنی انگلی سے ایک ہیرے کی انگوٹھی اُتاری اور ملکہ کو دی۔

"اس انگوٹھی کو اپنے پاس رکھنا" اس نے کہا۔

"جب تمھیں کبھی میری مدد کی ضرورت ہو تو اس انگوٹھی کو میرے پاس بھیج دینا۔ جتنی جلد ہو سکے گا میں تمھارے پاس پہنچنے کی کوشش کروں گا۔

ملکہ مسکرائی اور اس نے اپنے شہزادے بھائی سے بطورِ یادگار انگوٹھی لے لی۔

کئی سال گزر گئے ملکہ کی شادی ہو گئی اور وہ متھرا میں آکر رہنے لگی۔ ہن سردار میہیر اگلا نے سارے ملک میں ظلم و بربریت کا ننگا ناچ جاری کر رکھا تھا اور کوئی اسے روکنے والا نہ تھا۔

ایک دن ایسا بھی ہوا کہ اس نے متھرا پر چڑھائی کر دی اور شہر پر تباہی پھیلانے لگا۔ اس کے سپاہیوں نے ملکہ اس کے شوہر اور بچّوں کو قیدی بنالیا۔ ہن فوج کے کمانڈر نے یہ وعدہ کیا کہ وہ ان لوگوں کو اس وعدے پر چھوڑے گا کہ ملکہ کا بیٹا اس کی فوج میں شامل ہو جائے اور اس کی بیٹی کی کسی ہُن سے شادی ہو جائے۔ لیکن ملکہ اور اس کے شوہر اس بات پر راضی نہ ہوئے اور انھیں جیل میں ڈال دیا۔ ان لوگوں نے کئی مصیبت بھرے دن گزارے۔ ملکہ خدا سے مدد کی دعا کرتی رہی تبھی اسے یشودھرمن اور اس کا وعدہ یاد

آیا۔ کیا اس کا شہزادہ بھائی اس کی مدد کو آئے گا؟ کیا اب بھی وہ اسے یاد رکھتا ہے۔
کیا اسے اپنی دی ہوئی انگوٹھی کو دیکھ کر اپنا وعدہ یاد آجائے گا۔ ملکہ کی خواہش ہوئی کہ کسی طرح وہ اس تک اس بات کی خبر پہنچادے۔ لیکن یہ خبر وہ کیسے پہنچاسکتی تھی"۔ یہ انگوٹھی اس تک کون لے جائے گا؟

ایک نوجوان سپاہی اس بات کے لیے راضی ہو گیا اس کے اوپر ملکہ کے کئی احسانات تھے وہ ایک بار شدید طور پر زخمی ہوا تھا اور ملکہ نے اس کی زندگی بچائی تھی اور اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کی تھی۔ اس نے اپنے باپ سے یہ ہنر سیکھا تھا کہ زخموں کا کیسے علاج کیا جائے۔ اب یہی سپاہی ملکہ اور اس کے شوہر کے لیے پھل چرا کر لاتا اور یہی چیز تھی جس کی وجہ سے یہ لوگ زندہ تھے۔

ملکہ نے سپاہی سے درخواست کی کہ وہ اس انگوٹھی کو لے کر یشودھرمن کے پاس جائے۔ پہلے تو وہ اس کام کو کرنے کے لیے بہت ڈرا لیکن ملکہ کے بار بار کہنے پر وہ تیار ہو گیا۔

یشودھرمن اس وقت ان چند راجاؤں میں ایک تھا جس کی ایک خود مختار حکومت تھی اور طاقت ور فوج تھی۔ بہت سے راجاؤں نے اپنی گدّی اور سلطنت کو کھودیا تھا۔ ہندوستانی راجاؤں میں اتحاد کی اتنی کمی تھی کہ ہنوں کے لیے کسی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

وہ بہت طاقت ور ہو گئے تھے۔ جب ہن کسی ملک پر چڑھائی کرتے تو یا تو وہاں کا راجہ بھاگ جاتا یا پھر دوسرے راجہ مدد کو نہ آتے۔ بلکہ حملہ میں وہ ہنس کی مدد کرتے۔ کئی بد قسمت راجاؤں نے یشودھرمن سے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت واپس لوٹانے کے لیے مدد کی اپیل کی۔ لیکن یشودھرمن کو یہ امّید نہیں تھی کہ اس نے اگر ہنوں کے خلاف مدد کی تو یہی راجہ ان کی مدد کو آئیں گے۔

ایک دن کئی سلطنت کے راجاؤں اور اس
کے نمائندوں نے یشودھرمن سے آکر
گزارش کی کہ کسی طرح ہنس کے راجہ کو
تباہی پھیلانے سے روکا جائے۔ یشودھرمن
ان سب کے باوجود بھی جنگ کرنے کو تیار نہ

تھے۔ اس نے کہا کہ تباہی کی سب سے بڑی وجہ آپسی پھوٹ ہے اور وہ لوگ صرف مصیبت میں مدد کے لیے ایک دوسرے کے پاس آئے ہیں۔

اس نے ان لوگوں کو یہ یقین دلایا کہ وقت آنے پر وہ ہن کے خلاف ضرور جنگ کرے گا، لیکن وہ وقت ابھی نہیں آیا۔

تبھی وہاں ایک نوکر یہ خبر لے کر آیا کہ ایک ہنس سپاہی میرے یہاں کیوں آیا ہے۔ اس نے اپنے پاس بھیجنے کا حکم دیا۔ ہن سپاہی اس کے پاس آیا اور ادب سے اپنا سر جھکایا، پھر اس نے ملکہ کی دی ہوئی انگوٹھی دی۔ پھر اس سپاہی نے بتایا کہ جس عورت نے اسے انگوٹھی دی ہے وہ جیل میں ہے۔

یشودھرمن نے انگوٹھی کو دیکھا۔ اسے سب کچھ یاد آگیا۔ آج وہ صرف ملکہ کی وجہ سے زندہ تھا اور اس کے پاس حکومت تھی۔ اسے اس کی مدد کے لیے جانا چاہیے۔

یشودھرمن اسی وقت کھڑا ہو گیا اس نے ہن کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ اس نے اپنی فوج کو میدان جنگ کی طرف کوچ کرنے کا حکم

سُنایا۔ بہت سے راجہ ان کے ساتھ ہو گئے۔

یشودھرمن اور ہنٹر س کے بیچ خون ریز جنگ ہوئی ۔ ہن بُری طرح ہارے اور ان کے آدمی اپنی جان بچانے کے لیے بھاگے۔

یشودھرمن ملکہ سے ملنے کے لیے متھرا پہنچا۔ اسے متھرا پہنچنے میں کئی دن لگ گئے۔ جیسے ہی وہ ملکہ کے پاس پہنچا وہ مر چکی تھیں۔ یشودھرمن کو بہت دُکھ تھا کہ وہ ملکہ کی زندگی کو نہیں بچا سکا۔ لیکن اس نے اسے بچانے کی کوشش میں اپنے مادرِ وطن کو ضرور بچالیا تھا۔
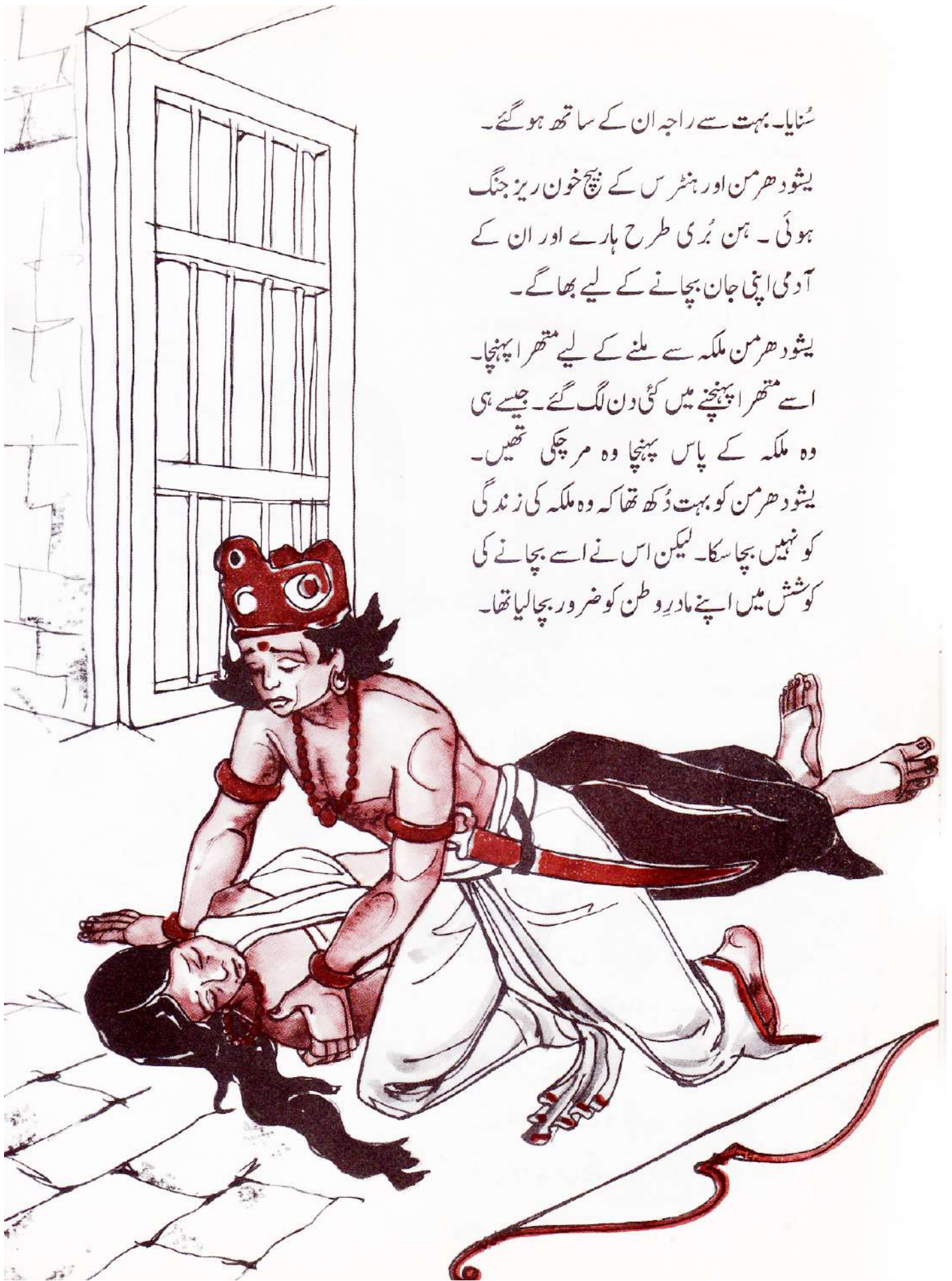
پرتھوی راج چوہان

پرتھوی راج چوہان دہلی پر حکومت کرنے اولا آخری ہندو راجہ تھا۔ وہ ایک عظیم راجہ تھا اور لوگ بھی اس سے محبت کرتے تھے۔ اس کے کارناموں کے بارے میں کئی کہانیاں بھری پڑی ہیں۔ آج بھی لوگ اس کی جیت کی خوشیاں مناتے ہیں اور اس کی تعریف میں گانا گاتے ہیں۔

محمد غوری نے ہندوستان پر چڑھائی کی اور پرتھوی راج چوہان کی سلطنت پر حملہ بول دیا لیکن پرتھوی راج کے پاس ایک مضبوط فوج تھی اور اس نے غوری کو شکست دے دی۔ غوری کے بہت سے آدمی مارے گئے اور بہت سے اپنی زندگی بچانے کے لیے بھاگے۔ غوری خود بھی بندی بنالیا گیا اور اسے پرتھوی راج کے پاس لے جایا گیا۔ پرتھوی راج نے بڑی عزّت کا برتاؤ کیا اور اسے جانے کے لیے آزاد کر دیا۔

محمد غوری واپس چلا گیا لیکن اس بار وہ ایک بڑی فوج کے ساتھ پرتھوی راج کی سلطنت پر حملہ بول دیا۔ اس بار بھی اس کو منہ کی کھانی پڑی اور پرتھوی راج کے پاس ایک قیدی کی شکل میں لایا گیا پرتھوی راج نے اسے نصیحت کر کے ایک بار پھر آزاد کر دیا۔

غوری اس بات کے لیے بضد تھا کہ وہ کسی طرح پرتھوی راج کے امّید اور خوش حال سلطنت کو اپنے قبضے میں لے لے۔ اس نے پھر ایک بڑی فوج تیار کی اور دلی کی طرف چل
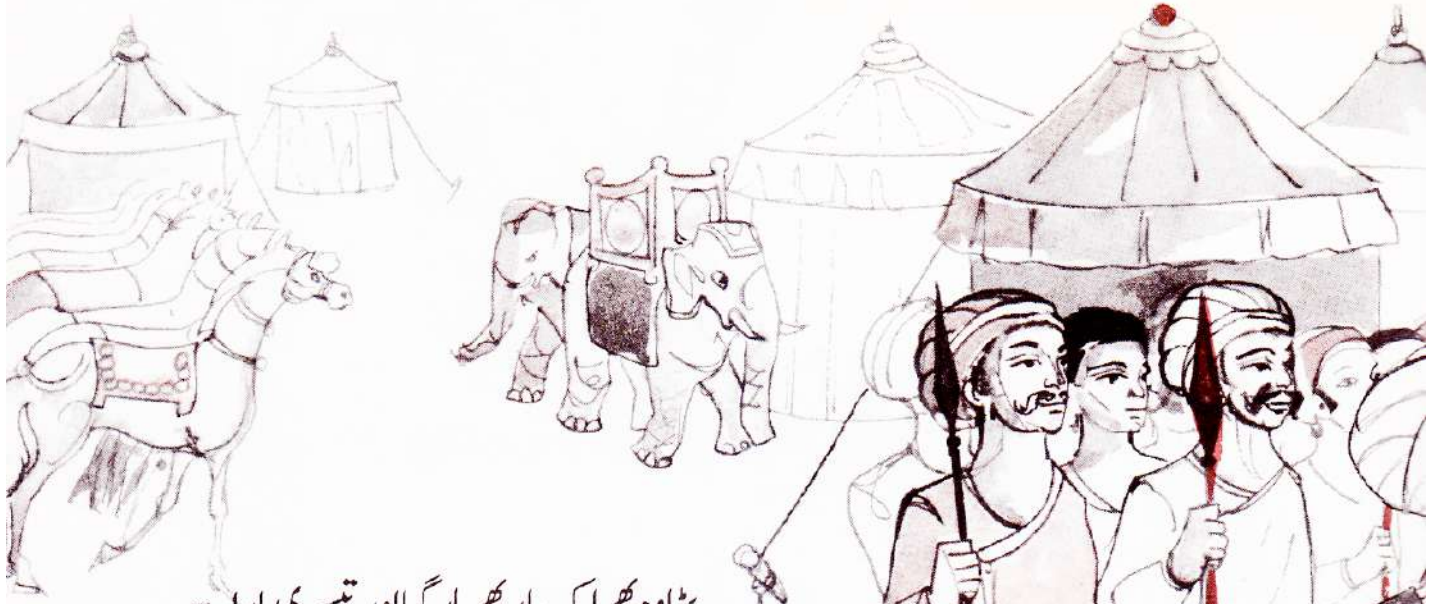
پڑاوہ پھر ایک بار پھر ہار گیااور تیسری بار اسے پرتھوی راج کے سامنے بندی کی شکل میں لایا گیا۔ اس نے اور بھی کئی بار پرتھوی راج کی سلطنت پر حملہ کیا اور ہر بار اسے ہار کا سامنا کرنا پڑا۔ ہر بار وہ قیدی بنا کر لایا جاتا اور پرتھوی راج اسے آزاد کر دیتا۔

پرتھوی راج کے دوستوں نے اسے جتایا کہ دشمن کو اس طرح کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے بلکہ پوری طرح اسے تباہ کر دینا چاہیے نہیں تو وہ بہت بڑا خطرہ ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن پرتھوی راج اسے یہی جواب دیتا اسے اپنی اور اپنے آدمیوں کی طاقت پر پورا بھروسہ ہے۔ وہ ایک نہتے آدمی کو اس طرح قتل نہیں کرنا چاہتا۔

لیکن پرتھوی راج چوہان کی پالیسیوں پر اس کے لوگوں کے بیچ کئی طرح کی رائے تھی۔

محمد غوری ایک بار پھر بڑی طاقت کے ساتھ آیا اس بار اس نے بھانپ لیا کہ پرتھوی راج کے آدمیوں کے بیچ تفرقہ ہے۔

وہ دلی کی طرف بڑھا اس کے اور پرتھوی راج کے بیچ ایک خون ریز جنگ ہوئی۔ پرتھوی راج بڑی بہادری سے لڑا لیکن وہ ہار گیا۔ اسے کئی آدمیوں کے ساتھ بندی بنالیا۔

محمد غوری نے دلی کے سلطان کے طور پر اپنے نام کا اعلان کر دیا۔ اس نے یہ حکم دیا کہ سارے بندیوں کو قتل کر دیا جائے۔ صرف پرتھوی راج اور اس کے شاعر دوست چاند بردائی(Chand Bardai) کو چھوڑ دیا جائے۔

پرتھوی راج کو اندھا بنا دیا گیا اور اسے جیل میں ڈال دیا گیا۔

غوری چاند بردوائی(Chand Bardai) کی شاعری کے بارے میں بہت کچھ سُن رکھا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ بھی اس کے سامنے اپنی شاعری سُنائے تاکہ وہ لطف اندوز ہو سکے۔

ایک دن غوری، چاند کی شاعری سُن چکا تھا جس میں پرتھوی راج کی بہت سی خوبیوں کا ذکر تھا۔ ایک نظم میں اس نے لکھا تھا کہ پرتھوی راج نے ایک جنگلی جانور کو شکار کے دوران بنا اسے دیکھے صرف اس کی آواز سے اس کو ہلاک کر دیا۔ اس لیے پرتھوی راج کو "شبد بھیدی" کہا جاتا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی چیز کو دیکھے بغیر اسے نشانہ بنایا جائے صرف آواز کی سمت کو بھانپ کر۔

اس بات کو سُن کر غوری یقین نہیں کر سکا۔ وہ اسے کر کے دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ پرتھوی راج سے جیل میں ملا اس سے کہا کہ صرف میری دل چسپی کے لیے یہ کمال کر دکھاؤ۔ پرتھوی راج نے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ غوری نے پھر چندر بردائی سے کہا کہ وہ اپنے ہرانے مالک کو اس بات کے لیے تیار کرے کہ کس طرح وہ بغیر دیکھے کسی چیز پر نشانہ سادھ سکتا ہے۔

چاند، پر تھوی راج کے پاس گیا اور اس کی منشا ظاہر کی، پر تھوی راج کو اس بات پر بڑا تعجب تھا کہ اس کا دوست چاند غوری کو خوش کرنے کے پیچھے لگا ہوا تھا۔

چاند نے سمجھایا کہ ایک ایسا موقع ہے جسے کھونا اچھا نہیں ہے۔ وہ غوری سے بدلہ نہیں لے سکتے تھے۔اس لیے چاند اور پر تھوی راج نے مل کر ایک ترکیب نکالی۔ غوری کو پھر یہ خبر کی گئی کہ پرتھوی راج اپنا کمال دکھانے کو تیار ہے۔

اس کمال کو دکھانے کے لیے ایک دن طے ہوا۔ غوری نے اسے دیکھنے کے لیے اپنے پورے دربار کو بلایا۔ جب سارے لوگ جمع ہوگئے تو اس نے اندھے پر تھوی راج کو اندر آنے کا حکم دیا۔ وہ غوری کے پایہ تخت سے تھوڑی دوری پر آکر کھڑا ہو گیا۔

تبھی غوری نے یہ حکم دیا کہ ایک بکرے کو لایا جائے اور اسے یہاں سے تھوڑی دور پر باندھ دیا جائے۔ بکرا ضرور ممیائے تاکہ پر تھوی راج یہ جان سکے کہ وہ کہاں ہے۔ پر تھوی راج نے غوری کی ہدایتوں کو سُنا۔اب وہ جان گیا تھا کہ سلطان کا تخت کہاں ہے۔

چاند نے پرتھوی راج کی تعریف میں گانا گانا شروع کر دیا جس میں اس کی اس بہادری کا

ذکر تھا کہ کیسے وہ بغیر دیکھے صرف اس کی آواز کو لے کر نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔ اس نے اپنی نظم اس بات پر ختم کی کہ سلطان کس طرح اپنے تخت پر یہ سب دیکھنے کے لیے پر بیٹھا ہوا ہے۔

جیسے ہی بکرا ممیایا۔ پرتھوی راج نے اپنی کمان اوپر اُٹھائی۔ پرتھوی راج نے پھر تیزی سے بکرے کے بجائے سلطان کو نشانہ بنایا۔ تیر غوری کے دل میں لگا اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

چاند فوراً پرتھوی راج کے پاس پہنچا اور اس نے آنکھوں کی پٹی کھول دی۔ غوری کے آدمی نے چاند کو مارنے کی کوشش کی لیکن پرتھوی راج کی تلوار نے اس کا بھی کام تمام کر دیا۔

اس طرح پرتھوی راج اور چاند اپنے منصوبے میں کامیاب ہوئے اور غوری کے آدمی پرتھوی راج یا چاند کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

قاضی کا فیصلہ

سلطان غیاث الدین ایک طاقت ور اور مشہور بادشاہ تھا جو مشرقی ہندوستان پر حکومت کرتا تھا۔ ایک دن جب وہ شکار کر رہا تھا تو اس کے تیر سے ایک بچّے کی موت ہو گئی۔ وہ لڑکا اپنی ماں کا اکیلا بیٹا تھا۔ روتے چیختے وہ عورت اپنی فریاد لے کر قاضی کے پاس گئی۔

قاضی دوہری مشکل میں پھنسا تھا۔ اگر اس نے اس مقدمے کو سماعت کے لیے قبول کر لیا تو وہ راجہ کو سزا کا حکم دے گا۔ اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو وہ خدا کے سامنے گنہگار ہوگا۔ بہت سوچنے کے بعد قاضی نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ مقدمے کو سماعت کے لیے قبول کر لے گا اور اس نے بیوہ عورت سے اگلے دن عدالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔

پھر قاضی نے اپنے ایک مددگار کی مدد سے سلطان کو سمن بھیجا۔

مددگار بے حد پریشان ہوا۔ اگر اس نے قاضی کے حکم عدولی کی تو اس کے خلاف سزا ہو گی اور اگر وہ سلطان کے پاس سمن لے کر گیا تو اپنی جان سے جائے گا۔

بہت سوچنے اور غور و فکر کے بعد آخر کار وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اس سلطان کے پاس جانا چاہیے۔ وہ اس کے محل کے باہر جاکر کھڑا ہو گیا۔ اسے اتنی ہمّت نہیں تھی کہ وہ اندر جائے۔ پھر وہ کیا کرے ؟وہ چاہتا تھا کہ وہ یہیں سے واپس لوٹ جائے۔لیکن پھر قاضی اسے سزا دے گا۔ پھر اسے ایک خیال سوجھا۔ وہ اونچی آواز میں اذان دینے لگا۔ جب کہ اذان دینے کا یہ کوئی وقت بھی نہیں تھا۔

جب سلطان نے اس بے وقت اذان کی آواز سُنی تو اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس آدمی کو میرے پاس پکڑ کر لایا جائے۔ خوف سے کانپتا قاضی کا قاصد سلطان کے سامنے سپاہیوں کے ساتھ حاضر ہوا سلطان نے اس سے بے وقت اذان دینے کی وجہ پوچھی۔

قاصد نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا، "اگر جان بخشی ہو تو میں کچھ عرض کروں۔ مجھے اپنا فرض پورا کرنا تھا۔ قاضی نے آپ کے لیے ایک سمن بھیجا ہے۔ آپ کو کل صبح عدالت

میں حاضر ہونا ہے۔ میں ڈر رہا تھا کہ یہ حکم آپ کو کیسے سُناؤں۔ لہٰذا آپ کی توجہ اپنی طرف کرنے کے لیے میں نے یہ حرکت کی"۔

سلطان قاصد کی اس بات پر بہت خوش ہوا۔ اس نے اس سے کہا کہ کل وہ مقررہ وقت پر عدالت میں قاضی کے سامنے حاضر ہوگا۔

اگلی صبح سلطان عدالت کے لیے روانہ ہوگیا۔ اس نے اپنے چغہ کے نیچے ایک تیز تلوار لٹکالی۔

قاضی اپنی عدالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ عدالت کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ سب لوگوں میں سلطان کے اس مقدمے کو سننے کی بڑی خواہش تھی۔
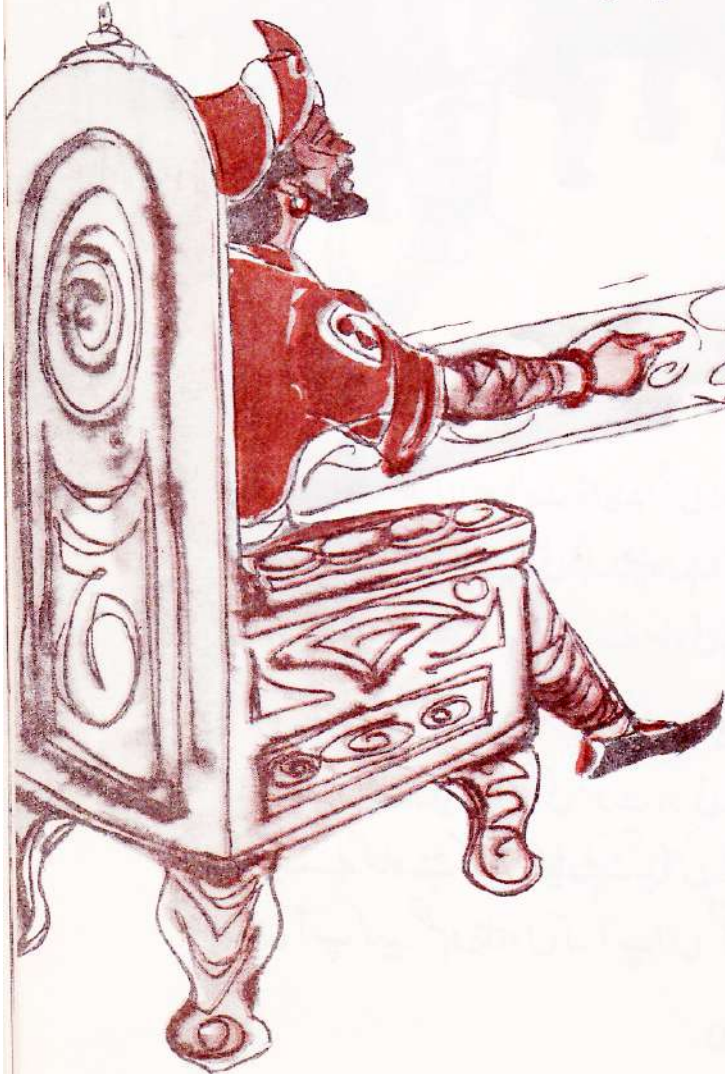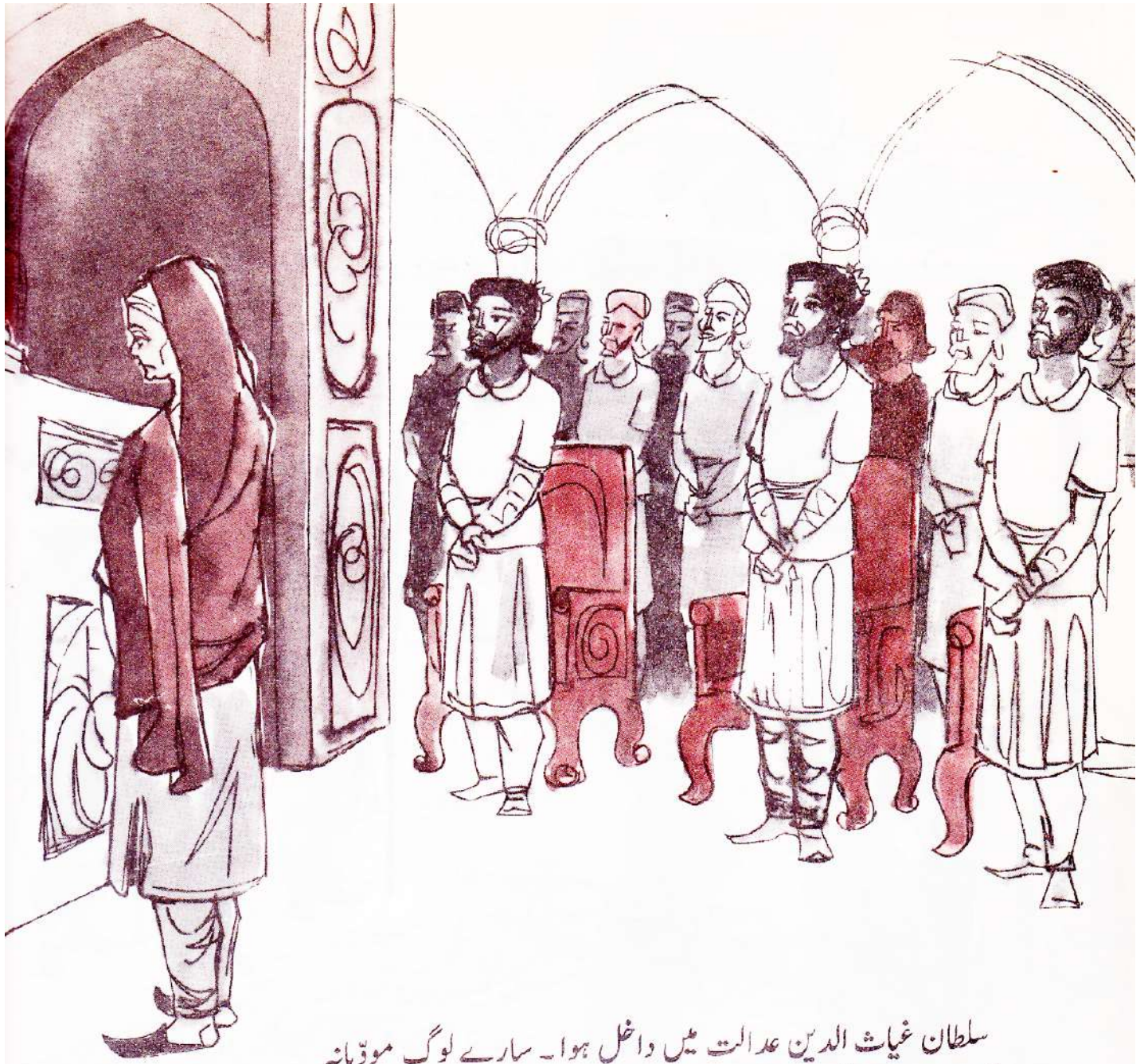
سلطان غیاث الدین عدالت میں داخل ہوا۔ سارے لوگ مودّبانہ کھڑے ہوگئے لیکن قاضی اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ قاضی نے پھر بیوہ عورت کو بُلایا اور اپنی بات رکھنے کو کہا۔ اس نے ساری بات بتائی۔

قاضی نے پھر کہا ”سلطان: آپ نے اپنے تیر سے ایک بیوہ عورت کے تنہا لڑکے کو نشانہ بنایا اور اس کی موت ہوگئی۔ آپ پر الزام ہے کہ آپ نے ایک بے گناہ بچے کو قتل کیا ہے۔ یہ اُس کے لیے بہت بڑا نقصان ہے اور میں آپ کو یہ حکم دیتا ہوں کہ آپ اس قتل کا تاوان ادا کریں۔“

سلطان نے پہلے تو بیوہ عورت سے معافی مانگی۔ پھر اس نے سونے اور ہیرے جواہرات دیے تاکہ یہ عورت ساری عمر خوش حالی کے ساتھ زندگی بسر کر سکے۔

جب مقدمے کی سماعت ختم ہو گئی تو قاضی اپنی مسند سے اُٹھا اور سلطان کو پورے احترام کے ساتھ اس پر بیٹھنے کا حکم دیا۔

سلطان نے کہا۔ "قاضی! اگر تم نے فیصلہ کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی کی ہوتی تو میں تمھارا اس تلوار سے سر قلم کر دیتا"۔

قاضی نے اپنا سر جھکاتے ہوئے کہا۔ ''جہاں پناہ! اگر آپ نے عدالت کے حکم کی خلاف ورزی کی ہوتی تو میں یہ حکم سُناتا کہ اس کوڑے سے آپ کی پیٹھ کی کھال اُدھیڑ دی جائے۔

پھر اس نے چمڑے کا بنا ہوا کوڑا دکھایا۔

''خدا کا شکر ہے کہ ہم دونوں نے اپنے اپنے فرض کو اچھی طرح پورا کر دیا۔''

سلطان اپنے قاضی سے بہت خوش ہوا اور اس کو گلے لگالیا۔ پھر پوری بھیڑ ان کی عزّت افزائی کے گیت گانے لگی۔

گوہ کی کہانی

سوراشٹر میں ولّبھی ایک خوب صورت شہر تھا۔ یہ سلادتیہ کی راجدھانی تھی۔ یہاں مشہور سوریہ خاندان کی حکومت تھی۔

سلادتیہ ایک طاقت ور راجہ تھا۔ اس نے اپنے آس پاس کی کئی حکومتوں کو اپنے ماتحت کرلیا تھا۔ کئی دوسرے راجاؤں نے بھی اس کی برتری قبول کرلی تھی اور وہ اس کے سامنے اپنا سر جھکاتے تھے۔

سلادتیہ بہت نیک، رحمدل اور اچھا راجہ تھا۔ وہ اپنی عوام پر اچھی طرح حکومت کرتا تھا۔ ہر طرف امن وسکون اور خوشحالی تھی۔ ونبھی بہت خوشحال شہر تھا۔ کئی دشمن اس کی طرف آنکھ لگائے ہوئے تھے۔ تارتارس (Tartars) تو اس انتظار میں تھے کہ کب انھیں موقع ملے اور شہر پر حملہ کر دیں۔

سلادتیہ کی ایک بہت نیک اور خوب صورت رانی تھی۔ پشپاوتی اس کا نام تھا۔ اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا اور لوگوں نے اس کے جنم کی بہت خوشیاں منائیں۔ ساری رات جشن چلتا رہا۔ لوگ بھوج بھات میں مشغول رہے۔

لیکن تاتار، سلادتیہ کے چند وزیروں اور اس کے فوجی کمانڈر سے خفیہ رابطہ قائم کیے ہوا

تھا۔ ان لوگوں کو ایک بھاری رقم رشوت کے طور پر دی گئی تھی تاکہ وہ راجا کی وفاداری سے موقع پڑنے پر پیچھے ہٹ جائیں۔

جب شہر شہزادے کی پیدائش کی خوشیاں منا رہا تھا تبھی تاتاریوں نے حملہ بول دیا۔ سلادتیہ نے جواں مردی سے اس حملے کا مقابلہ کیا لیکن اپنے ہی آدمیوں کی وجہ سے اس کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ سلادتیہ کو قتل کر دیا گیا اور سارے شہر کو نیست و نابود کر دیا گیا۔

رانی پشپاوتی اپنی معتبر باندی اور چند دوسرے لوگوں کی مدد سے شہزادے کو کسی طرح لے کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئی۔ ان لوگوں نے ایک مندر میں جا کر پناہ لے لی۔ لیکن وہ لوگ جانتے تھے کہ یہ کوئی محفوظ جگہ نہیں کیوں کہ شہر سے یہ کوئی بہت دور نہیں تھا اور حملہ آور ہر وقت رانی اور شہزادے کی تلاش میں تھے۔

رانی کی سوائے کملا سب نوکرانیوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ لیکن کملا نے ایسا نہیں کیا۔

ایک اندھیری رات کو وہ بھاگ نکلے اور بہت دور ایک کھوہ میں پناہ لی۔

لیکن رانی پشپاوتی اس صدمے کو برداشت نہ کر سکی اور وہ بیمار پڑ گئی۔ وقت گزرتا رہا اور رانی کی حالت دن بہ دن خراب ہوتی رہی۔ آخر کار اس نے کملا کو شہزادہ سونپ دیا۔ اس نے کہا کہ تم اس کی پرورش کرنا۔ پھر وہ موت کی آغوش میں چلی گئی۔

کملا کو بہت دُکھ تھا۔ لیکن وہ ایک بہادر عورت تھی۔ اس نے طے کیا کہ وہ شہزادے کی خوب اچھی طرح دیکھ بھال کرے گی اور اس کی پرورش کرے گی۔ اس نے سوچا کہ یہ سب یہاں ممکن نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اس نے اپنے ماں باپ کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔ اس لیے اس نے صرف رات میں سفر کیا اور دن میں خود کو چھُپائے رکھا۔

کئی رات کی طویل اور تھکا دینے والی مسافت کے بعد آخر کار وہ اپنے ماں باپ کے پاس بیر نگر پہنچی۔ وہاں اس نے شہزادے کی پرورش کی۔

اس نے اپنی طاقت اور صلاحیت بھر اسے پڑھایا لکھایا اور دوسری ضروری چیزوں کی تعلیم

دی۔ اس نے اسے گوہ نام دیا۔

بیر نگر، بھیل دیش کے کنارے پر واقع تھا۔ جب گوہ بڑا ہوا تھا تو کئی بھیل لڑکے اس کے ساتھی اور دوست بن گئے۔

وہ ایک بہت باہمّت نوجوان بن گیا۔ وہ بھیل لڑکوں کے ساتھ گھنے جنگلوں میں شکار کے لیے جاتا۔ گوہ ان میں تیر اندازی میں سب سے زیادہ تیز تھا اور بھیل لڑکے اسے اپنا سردار تسلیم کرتے تھے۔

ماندلک (Mandlik) اس قبیلے کا سردار تھا۔ وہ راجہ سلادتیہ کے ماتحت تھا۔ ماندلک راجہ کی عزت کرتا تھا اور اسے بہت عظیم راجہ تسلیم کرتا تھا۔

جب سلادتیہ کی موت ہو گئی تو ماندلک نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ لیکن وہ اس بات

کا ہمیشہ خواہش مند تھا کہ سلادتیہ کے کسی بھی جانشین کا وہ احترام کرے گا یہ بھیل لوگوں کے سالانہ جلسے کا موقع تھا۔ بھوج اور جشن کا پورا انتظام تھا۔

اس دن گوہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھنے جنگل میں شکار کے لیے گیا۔ ایک جنگلی بھالو نے گوہ پر یکایک حملہ کر دیا۔ وہ اتنا چالاک اور پھرتیلا تھا کہ اس نے نہ صرف اپنی جان بچائی بلکہ بھالو کی گردن میں بھالا گھسادیا۔ پھر وہ تیزی سے اس کی پیٹھ پر سے چڑھا اور اپنے خنجر سے اس وقت تک وار کرتا رہا جب تک کہ وہ وہیں ڈھیر نہیں ہو گیا۔ جب لڑکوں نے اپنے سردار کی اس جیت کی خوشیاں منائیں۔ ان لوگوں نے اس پر پھول مالاؤں کی بارش کر دی۔ لڑکے چاہتے تھے کہ اس جنگلی بھالو کو اپنے قبیلے کے سردار ماندلک کے پاس آج کے دن

کے تحفے کے طور پر لے جائیں۔ لڑکے اس بھاری بھرکم بھالو کو لے کر سردار کے پاس آئے۔ گوہ بھی ان کے ساتھ تھا۔

ماندلک اس وقت ایک بڑے پتھر نما تخت پر بیٹھا تھا اور لوگ ناچ گا رہے تھے۔ عورتیں ناچ رہی تھیں۔

بھالو سردار کے سامنے پیش کیا گیا۔ راجہ نے بھالو کو غور سے دیکھا۔ اس نے اندازہ لگایا کہ یہ

وہی بھالو ہے جس کو مارنے کے لیے وہ کئی کوششیں کر چکا تھا لیکن ناکام رہا تھا۔

"اس بڑے بھالو کو کس نے مارا؟" ماندلک نے پوچھا۔

"وہ ایک برہمن کا بیٹا گوہ ہے جو اس جنگل کے کنارے پر رہتا ہے۔ وہ ہمارا دوست ہے اور ہم لوگ ساتھ ساتھ شکار کرنے جاتے ہیں۔"

"ایک برہمن کا بیٹا؟" ماندلک چونکا۔

"ایک برہمن ایسا کام کیسے کر سکتا ہے؟"

"ہاں!" گوہ نے کہا۔ "میں نے بھالو کو مارا ہے اور میں ایک برہمن کا بیٹا ہوں۔

ماندلک کو اس کی باتوں پر یقین نہیں آیا۔ تبھی اس کی نگاہ گوہ کے گلے میں بندھے ہوئے تعویذ پر پڑی۔ یہ اس وقت کا رواج تھا کہ جب کسی کے گھر کوئی بیٹا پیدا ہوتا تو بلاؤں سے

محفوظ رکھنے کے لیے اس کے ماں باپ اس کے گلے یا کمر میں تعویذ باندھ دیتے تھے۔ تعویذ کے اندر ایک پتھر ہوتا تھا جس پر بچّے کی پیدائش اور ماں باپ کی تفصیل درج ہوتی تھی۔ پشپا وتی نے اپنے بیٹے کے گلے میں یہ تعویذ باندھا تھا۔

"یہ تعویذ اتارو اور مجھے دو۔ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں"۔ ماندلک نے کہا۔

"نہیں۔ میں اسے نہیں دے سکتا"۔ گوہ چلّایا۔

تب ماندلک نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ اس کا تعویذ اُتار کر اسے دیں۔ گوہ کو لگا کہ سب اس کی بے عزّتی کر رہے ہیں اس لیے جو کوئی بھی اس کے پاس آتا اس سے لڑنا شروع کر دیتا۔ لیکن وہ کتنے لوگوں سے لڑ سکتا تھا۔ ہار مان کر اس نے تعویذ اُتار کر دے دیا۔ ماندلک نے تعویذ کھول کر اس پر لکھی عبارت کو پڑھا اور وہ جان گیا کہ یہ لڑکا کون ہے۔

بھیل کے سردار کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس نے فوراً گوہ کو اپنی بانہوں میں لیا اور اسے گلے لگا لیا۔ خوشی سے اس کے گالوں پر آنسو لڑھکنے لگے۔ اس نے اپنے راجہ کو پالیا تھا۔ سلادتیہ کا جانشین اس کے سامنے تھا۔
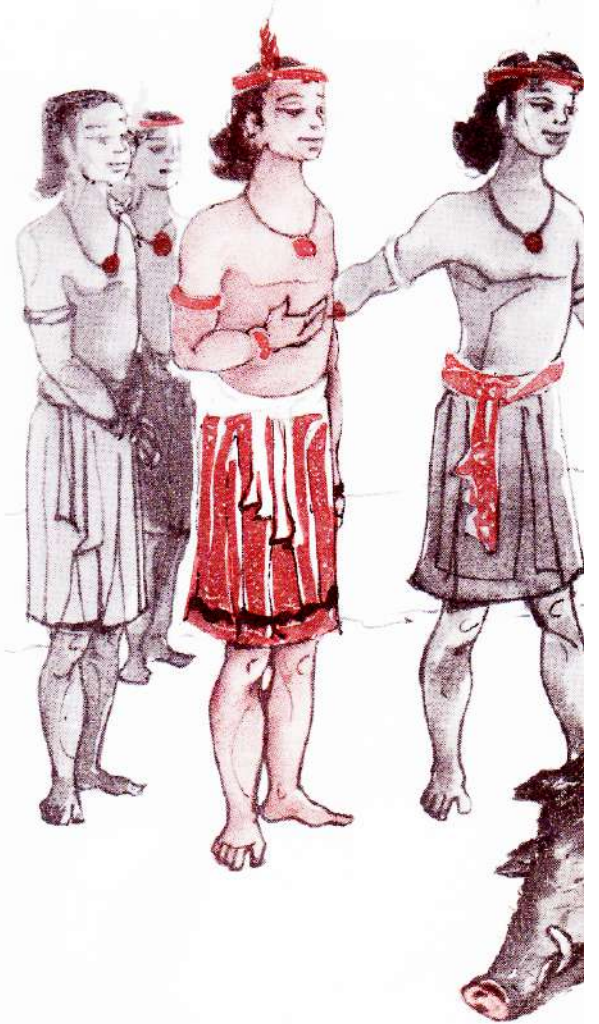
اس نے لڑکے کو پتھر نما تخت پر بٹھایا اور اس نے پھولوں کا تاج اس کے سر پر رکھ دیا۔ پھر اس نے اونچی آواز میں کہا کہ یہ لڑکا آج سے ہمارا راجہ ہے اور اس کے حکم کو ماننا ہمارا فرض ہے۔

کملا اور اس کے والد نے جب وہ خبر سُنی تو بھاگے آئے۔ وہاں انھوں نے جو نظارہ دیکھا اس پر یقین نہیں آیا۔ وہاں گوہ بھیل کا راجہ بنا بیٹھا تھا۔

گوہ بڑا ہوا۔ وہ ایک بہت بہادر اور چالاک راجہ بن گیا۔

اس نے بھیل کے راجہ کے علاوہ اپنا کوئی دوسرا نام نہیں رکھا۔ لیکن اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ اپنے جانشین کے لیے اسے کوئی بہتر نام سوچنا ہوگا۔ کملا جس نے اس کو گوہ نام دیا تھا۔ اس کی عزت افزائی کے طور پر اس نے اپنی حکومت کا نام گہلوت (Gehlot) رکھ دیا۔

ساٹھ سال بعد اس کے جانشین بپّا گہلوت بہت بڑے راجہ بنے۔ انھوں نے پورے شمالی اور مغربی ہندوستان پر قبضہ کرلیا۔ اس کی سلطنت میواڑ سے کابل اور قندھار تک پھیلی ہوئی تھی۔